محمد حنیف ندوی

تأثرات

(۲)

اس سلسلہ میں محترم پرویز صاحب کے الفاظ کا یہ حصہ خصوصیت سے منطقی محاسبہ کا مقتضی ہے کہ "ثانی الذکر وہ جزئیات ہیں جو قرآنی اصولوں کی چاردیواری کے اندر رہتے ہوئے اسلامی نظام متعین کرتا رہتا ہے۔" یعنی، حالات کے تقاضے سے بدلنے والی جزئیات کا تعلق اسلامی نظام سے ہے۔ سوال یہ ہے کہ یہ اسلامی نظام کیا چیز ہے؟ اور اسے کون قائم کرتا ہے۔ اور کن آیات کی روشنی میں اس کو جزئیات کی تعیین و وضع کا اختیار حاصل ہے۔ قرآن نے اولیں اور بنیادی تشریح کا حق صرف رسول کو بخشا ہے۔

وَاَنْزَلْنَا اِلَیْکَ الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ (نحل ۴۴) — اور ہم نے تم پر یہ کتاب نازل کی ہے تاکہ لوگوں پر جو ارشادات نازل ہوتے ہیں تم ان کو بوضاحت ان تک پہنچا دو۔

وَمَا اَنْزَلْنَا عَلَیْکَ الْکِتٰبَ اِلَّا لِتُبَیِّنَ لَهُمُ الَّذِی اخْتَلَفُوْا فِیْهِ (نحل ۶۵) — اور ہم نے جو تم پر کتاب نازل کی ہے تو صرف اس لیے کہ جس امر میں ان لوگوں میں اختلاف رونما ہے تم اس کی حقیقت ان پر واضح کرو۔

اسلام کی تیرہ سو سال کی تاریخ سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ اس حق کو صرف آنحضرتؐ ہی نے استعمال کیا ہے۔

گویا جہاں تک قرآن کے مطالب کی وضاحت کا تعلق ہے دین کی ضروری جزئیات کا تقاضہ ہے، یا وہ اہم امور ہیں کہ جن میں باہم نزاع و اختلاف کی گنجائش ہے۔ یہ فریضہ براہِ راست رسول پر عائد ہوتا ہے کہ منصب نبوت سے بہرہ مند ہونے کی وجہ سے ان کے بارے میں جملہ تفصیلات پیش کرے، اور بتائے کہ قرآن کس نوع کی زندگی کا طالب ہے۔ اور اس کا بین السطور کن کن دقائق و معارف پر دلالت کناں ہے۔ نظامِ اسلامی ایسے کسی ادارے کو قطعی یہ حق نہیں کہ وہ دینی جزئیات کی نشاندہی کرے۔ اور فروعِ اسلام کا تفصیلی نقشہ و خاکہ تیار کرے۔ بلکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ خود یہ اصطلاح بھی غیر قرآنی ہے۔ کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا ذکر تو ہے۔ رسول کی حجیت دستقلو کا بھی تذکرہ ہے، اور اس ہیئت حاکمہ کا نام بھی پایا جاتا ہے، جو کتاب و سنت کے تابع ہو۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ (نساء ۵۹) — اے مومنو! خدا اور رسول کی فرمانبرداری کرو اور جو تم میں سے صاحب امر ہیں ان کے بھی فرماں بردار رہو۔ اور اگر کسی بات میں تم میں اختلاف واقع ہو تو خدا اور رسول کی طرف رجوع کرو۔

لیکن ایسے کسی نظام اور معاشرہ کا بحیثیت متبوع و مطاع اور سند و استناد کے بارے قرآن میں پتہ نہیں چلتا کہ جس کو دین میں، شارع تسلیم کیا جا سکے، یا جس کے فیصلے، خدا اور رسول کے فیصلے قرار پائیں۔ تھوڑی دیر کے لیے نظام دینی کے تصوّر کو تسلیم کر لیجئے۔ اور مان لیجئے کہ اسلامی معاشرہ میں اس کی ایک گونہ اہمیت ہے۔ لیکن پھر سوال یہ ہے کہ جو بات مشورہ اور رائے یا اکثریت سے طے کی جائے گی وہ دین کیونکر ہوگی۔ بلاشبہ تنظیمی، اقتصادی اور سیاسی امور عموماً جمہوری طریقوں سے انجام پاتے ہیں۔ اور مشورہ و اکثریت کا ان میں اچھا خاصہ دخل ہوتا ہے مگر اس نوع کا کوئی فیصلہ، بہر حال قطعی اور واجب الاطاعت تو نہیں ہو سکتا بلکہ ان میں ہمیشہ اختلافِ رائے کی گنجائش باقی رہے گی۔ اور ان کو جو تسلیم کیا جائے گا تو اس بنا پر نہیں کہ عند اللہ اس کی صحت و استواری مسلّم ہے بلکہ محض اس بنا پر کہ مصلحت کا یہی تقاضہ ہے۔ بحث کو اور مختصر کر دیجئے۔ ہم پوچھتے ہیں کہ آنحضرتؐ کے ارشادات، فیصلے، اور اعمال کی حیثیت کیا ہے؟ اگر یہ ساری چیزیں اس نقطہ نظر سے بھی ماننے کے لائق ہیں۔ کہ آپؐ نے سب سے پہلے دینی نظام قائم کیا، سب سے پہلے دینی معاشرہ کی تاسیس کی، اور بحیثیت اس معاشرہ کے سربراہ کے قرآن کو سب سے پہلے عملی صورت میں پیش کیا۔ پیغمبر اور رسول کی حیثیت سے نہیں۔ تو کیا انسان اور بشر ہونے کی وجہ سے آپؐ کے فیصلے غلطی پر مبنی ہو سکتے ہیں۔ اور آپؐ کی تشریح و ترجمانی کو غیر قرآنی قرار دیا جا سکتا ہے؟ دوسرے لفظوں میں دریافت طلب شئے یہ ہے کہ پیغمبر کے اجتہادات کی شرعی حیثیت کیا ہے۔ یعنی کیا آپ بتا سکتے ہیں۔ کہ آپؐ میں، اور آپؐ کے بعد آنے والے ان سربراہوں میں۔ جو دینی نظام قائم کریں گے۔ منطقی طور پر کیا فرق ہے۔ اور اس فرق پر کیا قرآنی دلائل ہیں۔

ایک نکتہ جو دراصل اسی سلسلہ کی ایک ناگزیر کڑی ہے۔ وضاحت طلب یہ ہے کہ فرض کیجئے آج ایسا نظام دینی سچ مچ قائم ہو جاتا ہے، جو قرآن پر مبنی ہے۔ تو کیا اس کو یہ حق ہو گا کہ عبادات کے اس حصہ کو نم ازکم بدل دے، اور اس کو زیادہ موثر، زیادہ قابلِ عمل، اور سہل طریق سے مرتب کر دے۔ جس کی تفصیلات قرآن میں مذکور نہیں ہیں۔ اور بصورت ایجاب کیا، ایسی عبادات میں قطعیت و اذعان کے وہ عناصر پائے جائیں گے جو عبادات کا لازمی جز ہیں۔ اور اگر عبادات کی وہ تمام تفصیلات جو آنحضرتؐ نے اپنے قول و عمل سے بیان کیں۔ اور اسلامی معاشرہ میں بطور علمی و عملی تواتر کے جو آج بھی رائج و مقبول ہیں۔ غیر متبدل ہیں۔ تو کیوں۔ جب کہ ان کی حیثیت محض اجتہادی امور کی ہے۔

یہ تمام سوالات محترم پرویز صاحب کے نقطۂ نظر سے ہیں۔ ہمارا مسلک بہت صاف ہے۔ ہم آنحضرتؐ کے بارہ میں، قرآن کی روشنی میں، یہ عقیدہ رکھتے ہیں، کہ ان کی حیثیت پہلے شارح دین کی ہے۔ ایسے شارح دین کی کہ جن کی شرح و تبیین ایک انسان کی شرح و تبیین سے قطعی مختلف ہے۔ جنہوں نے قرآنی تعلیمات

کو پوری پوری وضاحت کے ساتھ بیان کیا، قرآنی بنیادوں پر اسلامی نظامِ عمل کی مکمل عمارت استوار کی۔ زندگی کے خاکے میں رنگ بھرا۔ اور اس کی ایسی دل آویز تصویر تیار کی کہ جس کے نقش و نگار آج بھی اسی طرح نمایاں، اسی طرح روشن اور اسی طرح حسن و جمال کی ایک دنیا اپنے اندر سموئے ہوئے ہیں۔ ہمارے نزدیک پیغمبر مجتہد ہے، اور اس کا ذوقِ اجتہاد، کوئی مجہول (PASSIVE) قسم کا فکری ڈھانچہ نہیں۔ بلکہ ایک فعّال قوت ہے، ایک سرچشمہ ہدایت ہے، جو جاری و ساری ہے۔ جو قرآن پر غور و تدبر کرتا ہے، اور اس کے اجمالات کو تفصیل و وضاحت کی حدود میں لاتا ہے، اس کے اوامر اور نواہی کو متعین معاشرہ کی شکل میں ڈھالتا ہے، اور اس کے اصولوں کو، اطلاق و تجرید کی فضا سے نکال کر، جزئیات و فروع کے رنگ میں پیش کرتا ہے، ہم نبوّت کے بارہ میں، میکانکی (MECHANICAL) تصوّر نہیں رکھتے۔ کیونکہ اس نوع کا تصوّر نہ صرف غیر قرآنی ہے بلکہ غیر معقول بھی ہے۔ اور نبوّت کے اسلامی تصوّر کی سخت توہین بھی۔ آپ پوچھتے ہیں ذوقِ نبوت کی جمال آرائیاں کیا ہیں؟ آپ ماشاء اللہ خود بھی سلجھے ہوئے ادیب ہیں، اس لیے شاعر کے ذوقِ شعر آفرینی سے تو آشنا ہوں گے۔ مصوّر کے ذوق سے بھی ناواقف نہیں ہوں گے، اور ایک طبیعی (PHYSICIST) کا ذوقِ تخلیق و ایجاد بھی ایسی شئے نہیں کہ آپ کی نظروں سے اوجھل رہے۔ پھر اگر ایک سچا شاعر، خلّاق ہوتا ہے، جو نئے نئے معانی کو پیدا کرتا، اور نئے نئے معارف کو جنم دیتا رہتا ہے۔ اور ایک کامیاب مصوّر نئے نئے خیالات کو شاہکاروں کی شکل میں صفحۂ قرطاس پر منتقل کرتا رہتا ہے۔ اور اپنی فنی اپج اور ذوقِ اختراع کی داد چاہتا ہے، اور ایک طبیعی ترکیب و امتزاج کی نئی نئی صورتوں سے، تہذیب و تمدن کی دنیا میں تہلکہ بپا کرتا رہتا ہے۔ تو پیغمبر سے متعلق کیوں یہ رائے رکھی جائے کہ اس کا ذوقِ جمال آرائی فعال نہیں ہے۔ اور خلّاقی و تکوین کے تقاضوں سے محروم ہے۔ جس طرح ایک شاعر کچھ ماحول سے مواد اخذ کرتا ہے، اور کچھ اپنے ذوق سے اس پر اضافہ کرتا ہے۔ جس طرح ایک مصوّر، فنی معلومات سے بھی استفادہ کرتا ہے، اور ان معلومات کی مدد سے تصویر کے نئے نئے پہلو بھی نظر و بصر کے سامنے لاتا ہے، اور جس طرح ایک طبیعی، علوم و فنون کی ارتقائی سطح سے بھی واقف ہوتا ہے اور خود اس سطح کو بھی بلند کرنے میں ممد و معاون ثابت ہوتا ہے۔ ٹھیک اسی طرح پیغمبر، سابقہ ادیان سے، سابقہ قوموں کی تاریخ سے، اور خود اس کتاب سے جو اس پر نازل ہوتی ہے، اور اس قوم سے کہ جس میں یہ مبعوث ہوا ہے، بہت کچھ حاصل کرتا ہے۔ لیکن اس کا ذوقِ نبوّت اسی پر قانع ہو کر اور انہیں حدود میں سمٹ کر نہیں رہ جاتا بلکہ ان تجربات پر نئے تجربات کا اضافہ بھی کرتا ہے۔ پیغمبر ارسال و ابلاغ کا صرف بے جان کل پُرزہ نہیں ہے۔ ایک زندہ، فعال اور گرہ کشا حقیقت سے تعبیر ہے۔

آپ کو غالباً نبوّت کے وہبی ہونے سے دھوکا ہوا ہے۔ مگر اس کے معنی صرف یہ ہیں کہ پیغمبر کی یہ

اجتہادی قوت خداداد رہے۔ فلسفیانہ اصطلاح میں یوں سمجھ لیجئے کہ نبی اور غیر نبی میں جو فرق ہے وہ مقدار و درجہ (QUANTITY) کا نہیں، نوعیت (QUALITY) کا ہے۔ مگر اس سے اس کی شخصیت، اس کی انفرادیت، اور فہم و ذوق کی خلاقیوں کی نفی نہیں ہوتی۔ آپ درست فرماتے ہیں کہ پیغمبر قرآنی تعلیمات کو بدلنے کا اختیار نہیں رکھتا۔ اور وہ مجبور ہے کہ وحی کا پابند رہے۔ لیکن بدلنا، اور شرح و تفسیر کے فریضہ سے عہدہ برآ ہونا دو مختلف باتیں ہیں۔ بلاشبہ نبی کو یہ اختیار حاصل نہیں کہ وحی و کتاب کا ایک شوشہ بھی اپنی جگہ سے ہٹا سکے۔ اور اپنے منشا اور خواہش سے اللہ کے صحائف میں کوئی تبدیلی کر سکے۔ لیکن شرح و تفصیل اور وضاحت و تبیین کی نہ صرف اس کو پہلے سے اجازت ہے، بلکہ اس کے بغیر منصب نبوت کے تقاضے ہی مکمل نہیں ہوتے۔ آپ وحی کے بارہ میں اس نقطۂ نظر کے حامی معلوم ہوتے ہیں کہ اس سے قلب نبوت متاثر نہیں ہوتا، بصیرت نبوی بیدار نہیں ہوتی، اور پیغمبرانہ صلاحیتیں نہیں ابھرتیں۔ لیکن ہماری رائے میں جس وحی سے نبوت کا دیدہ و دل روشن نہیں ہوتے، اجتہادی اور تخلیقی قوتیں معرض ظہور میں نہیں آتیں۔ وہ وحی کہلانے کا قطعی استحقاق نہیں رکھتی۔ پرویز صاحب۔ ذرا غور فرمایئے۔ اور تھوڑی دیر کے لیے ایک مناظر کی حیثیت سے اونچا اٹھ کر سوچئے۔ جس قرآن کی ادبی تجلیات نے آپ کی پوری زندگی گھیر لی ہے۔ اور معارف القرآن کی کئی کئی جلدیں لکھنے پر مجبور کر دیا ہے۔ اس قرآن کی پوری تجلیات جس دیدہ و دل پر نازل ہوئی ہوں گی، اس کے انشراح کا کیا عالم ہو گا۔

(باقی)